ترانۂ نعت

(نعت گو شعرا کا انتخابی سلسلہ)

(۲)

مصنفہ

عمر انصاری

مرتبہ

ساجد صدیقی ۔ والی آسی

یکے از مطبوعات مکتبۂ دین و ادب کچا احاطہ لکھنؤ

قیمت ...... ۶۰ نئے پیسے 1/=

اِنتساب

مدّاحِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کے نام

عمر انصاری

ترتیب

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ؕ

حرفِ آغاز


الحمدللہ یہ مکتبہ دین وادب کے سلسلۂ انتخاب نعت کی دوسری پیش کش ہے یعنی حضرتِ عمر انصاری (لکھنوی) کی نعتوں اور اسلامی نظموں کا مختصر مجموعہ ترانۂ نعت حضرتِ عمر انصاری کی ذات ویسے تو تعارف کی محتاج نہیں ہے تاہم ان کے بارے میں یہ کہنا نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے کہ وہ لکھنؤ اسکول کے نمایندہ شاعر ہیں۔ جس طرح غزل نظم اور دیگر اصنافِ سخن میں انھیں قدرت حاصل ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اُن کو نعت کہنے کا جذبہ بھی عطا فرمایا ہے ۔۔۔!

نعت کی حدیں بہت محدود بھی ہیں اور بہت وسیع بھی، اس میدان میں توازن اور اعتدال قائم رکھنا شاعر کے لیے بہت بڑی بات ہے اور یہ "بڑی بات" ہم کو عمر انصاری کے نعتیہ کلام میں ملتی ہے، اگرچہ انھوں نے بہت کم نعتیں لکھی ہیں لیکن جو کچھ بھی ہیں سب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ ان کے چہرۂ انور، قد و قامت، وجاہت و شجاعت، راستی و دیانت، فیاضی و سخاوت، فصاحت و بلاغت حلم و مروت، پیغامِ امن و اخوت اور حقیقی عشق و محبت کی جیتی جاگتی تصویریں نظر آتی ہیں ۔۔۔! ہم اتنا ہی کچھ سمجھ سکے ہیں، ویسے ان کا کلام خود آئینہ دار ہے آپ محسوس کریں گے کہ ہم نے کہاں تک اس کا پاس کیا ہے ؎

ہم سخن فہم ہیں غالبؔ کے طرفدار نہیں

اس مختصر مقدمہ، دیباچہ، پیش لفظ یا تقریظ کے ساتھ ہم "ترانۂ نعت" عاشقان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اربابِ فضل و کمال کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

مرتبین



وہ ہیبتیں جلال کی وہ عظمتیں جمال کی
وہ کروٹیں خیال کی وہ دولتیں وصال کی
وہ رفعتیں کمال کی وہ صورتیں زوال کی
انھیں کا جلوہ آج تک ہر ایک رہگزر میں ہے

چمن لطیف خوش نما ہوا، ہوائے جاں فزا
طیور شوخ خوش نوا فضا تمام نغمہ زا
اِدھر گھٹا اُدھر گھٹا نفیس سبزہ دل رُبا
اسی کا عکس جابجا فضائے بحر و بر میں ہے

تمام خوش ادائیاں تمام جلوہ زائیاں
تمام جاں فزائیاں تمام تر صفائیاں
تمام دل رُبائیاں تمام خوش نمائیاں
قمر وہی فلک پہ ہے شفق وہی سحر میں ہے

وصالِ ہستی و عدم نظام غیر منتظم
صدائے شورِ زیر و بم نہ کعبہ اور نہ یہ صنم
وہ امرِ کُن تھا اور ہم تری قسم تری قسم
تری نگاہِ اولیں ابھی مری نظر میں ہے

ترانۂ نعت

تیری خاطر میرے شاہ　　دیدہ و دل فرشِ راہ
آ۔ کہ تا حدِّ نگاہ　　منتظر ہیں مہر و ماہ
اشہد ان لا الٰہ الخ　　اشہد ان لا الٰہ الخ

نازشِ کون و مکاں　　تاجدارِ انس و جاں
عرش تیرا آستاں　　خلد تیری جلوہ گاہ
اشہد ان لا الٰہ الخ　　اشہد ان لا الٰہ الخ

شافعِ روزِ جزا　　مظہرِ ذاتِ خدا
مجتبیٰ و مصطفےٰ　　اے مرے شاہوں کے شاہ
اشہد ان لا الٰہ الخ　　اشہد ان لا الٰہ الخ

کیوں نہ ہوں قربان ہم　　تجھ پہ اے شاہِ امم
دشمنوں پر بھی کرم　　دوستوں پر بھی نگاہ
اشہد ان لا الٰہ الخ　　اشہد ان لا الٰہ الخ

روبرو تیرے شہا　　مہر کیا ہے ماہ کیا
یہ بھی تیرا نقشِ پا　　وہ بھی تیری گردِ راہ
اشہد ان لا الٰہ الخ　　اشہد ان لا الٰہ الخ

امن تیری مصلحت — صلح جو تیری صفت
ملک تیرے شش جہت — انس و جاں تیری سپاہ
اشہد ان لا الہ الخ — اشہد ان لا الہ الخ

تیرا قرآں بے مثال — تیرا ایماں لازوال
تیری ذاتِ باکمال — شان وحدت کی گواہ
اشہد ان لا الہ الخ — اشہد ان لا الہ الخ

اُف رے وہ عالم ترا — مالکِ ہر دوسرا
پھولوں سے دامن بھرا — پھر بھی کانٹوں سے نباہ
اشہد ان لا الہ الخ — اشہد ان لا الہ الخ

دل ہے بیتاب و حزیں — سبز گنبد کے مکیں
تیری فرقت میں کہیں — آ نہ جائے لب تک آہ
اشہد ان لا الہ الخ — اشہد ان لا الہ الخ

پھر ترے در پر عشر — آگیا ہے لوٹ کر
اے جمالِ منتظر — پھر ادھر کوئی نگاہ
اشہد ان لا الہ الخ — اشہد ان لا الہ الخ

سلام نعت

جانا تو جا کے اُنکو میر اسلام کہنا

قسمت جگانے والو خوشیاں منانے والو
تقدیر پانے والو ثریا کے جانے والو
دل میں بٹھا کے ان کو میرا سلام کہنا
جانا تو جا کے ان کو میرا سلام کہنا

کوثر کی رہ بتاؤ تسنیم کی اداؤ
طیبہ کو جب بھی جاؤ توبہ شکن گھٹاؤ
آنسو بہا کے ان کو میرا سلام کہنا
جانا تو جا کے ان کو میرا سلام کہنا

کرنوں کے آبشارو قدرت کے شاہکارو
شام الم کے یارو اے جاگتے ستارو
آنکھیں بچھا کے ان کو میرا سلام کہنا
جانا تو جا کے ان کو میرا سلام کہنا

شانِ رحمت

در پاکِ پیمبرؐ اللہ اللہ　　مقام عود و عنبر اللہ اللہ
بہ خاکِ پائے او قربانِ دل و جاں　　بہ نازش دیدۂ تر اللہ اللہ
ز سر تا پا مجسم شانِ رحمت　　شفیعِ روزِ محشر اللہ اللہ
یکے از عارضِ او مہرِ تاباں　　یکے ماہِ منور اللہ اللہ
بہ ہر کوئے کہ رفتم در غمِ او　　ز گیسویش معطر اللہ اللہ
قدِ رعنائے او اللہ اکبر　　خرامش دورِ ساغر اللہ اللہ
پیامش مژدۂ صبحِ بہاراں　　لبش شاخِ گلِ تر اللہ اللہ
مداوائے دلِ آشفتہ حالاں　　سکونِ قلبِ مضطر اللہ اللہ
نگارِ صد ہزاراں جام بر دوش　　نگاہِ یارِ دلبر اللہ اللہ
خوش آں موجے کہ تا ساحل رساند　　خیالِ آں گلِ تر اللہ اللہ

ہزاراں خلد در آغوش دارد
عبیر ایں نعتِ سرورؐ اللہ اللہ

مہکے ہوئے چمن میں صحرا کی انجمن میں
اے چاند اس ختن میں سرکارؐ کے وطن میں
محفل سجا کے ان کو میرا سلام کہنا
جانا تو جا کے ان کو میرا سلام کہنا

بن کر صدائے قلقل لے کر ادائے سنبل
جا کر مثالِ بلبل اے قاصدِ تخیل
نظریں جھکا کے ان کو میرا سلام کہنا
جانا تو جا کے ان کو میرا سلام کہنا

اے بادِ صرصر سبائے قلبِ مضطر
اے آہِ سوختہ پر پہلے درود پڑھ کر
پھر سر جھکا کے ان کو میرا سلام کہنا
جانا تو جا کے ان کو میرا سلام کہنا

قلبِ عمر کے گوہر نوکِ مژہ پہ چن کر
اے مہر و ماہ و اختر سر رکھ کے جالیوں پر
موتی لٹا کے ان کو میرا سلام کہنا
جانا تو جا کے ان کو میرا سلام کہنا

نئی تجلیاں

گزر کر جو گلیوں سے طیبہ کی آئے / خرام اپنا بادِ صبا بھول جائے
پلٹ کر مدینے سے جب لوگ آئے / نئی تجلیاں اپنے ہمراہ لائے
نہ پہنچے کبھی گردِ پا کو بھی ان کی / سبھی کچھ تو اہلِ جہاں بن کے آئے
کڑی دھوپ میں بھی مزہ چھاؤں کا ہے / میسر ہوں گر ان کی یادوں کے سائے
سلام ان کی خدمت میں جو ہم نے بھیجے / اذاں بن کے گونجے گھٹا بن کے چھائے
یہ سن کر کہ محشر میں دیدار ہوگا / میں بیٹھا ہوں دل کو گلستاں بنائے
نظر کیا جو اُن کی نظر سے نہ الجھے / قدم کیا جو اس راہ میں ڈگمگائے
مری سمت گر آج برقِ تجلّی / وہ دیوانہ ہوگا جو دامن بچائے
گلی کا تبسم ہے کیا جب میں جانوں / انھیں دیکھ کر پھر اگر مسکرائے
اس اک آسرے پر کہ پہنچیں گے ان تک / بہت زندگی ناز تیرے اُٹھائے
رہی نعت احمد سدا نا مکمل / دھرے رہ گئے سب اشارے کنائے

کہاں تم کہاں وہ دیارِ مقدس
عمر کیا کوئی خواب پھر دیکھ آئے

معراج کی رات

منتظر عرش پہ ہے کوئی ضرور آج کی رات
یہ کہاں لے چلے تشریف حضورؐ آج کی رات

شام ہی سے تھا وہ عالم کہ گماں ہوتا تھا
پھوٹنے کو ہے کوئی چشمۂ نور آج کی رات

کوئی ساغر ہے، نہ شیشہ ہے، نہ پیمانہ ہے
اور دو عالم ہیں، کہ ہیں نشہ میں چور آج کی رات

کوندتی پھرتی ہے ہر ذرے میں اک برق جمال
نگہِ شوق ہے بزمِ سر طور آج کی رات

ہیں جو عاجز پر جبریلؑ تو کیا اس کا گلہ
شل ہے ہر بازوئے ادراک و شعور آج کی رات

کتنے اوہام جہاں راہ میں حائل ہیں ابھی
کتنے دریاؤں کو کرنا ہے عبور آج کی رات

ہفت افلاک ہی کیا عرش بھی ہے زیرِ قدم
ہے بجا آدمِ خاکی کو غرور آج کی رات

کھلنے والا ہے کوئی تازہ شگوفہ شاید
متحد ہونے کو ہیں نکہت و نور آج کی رات

یہ فرشتوں کی قطاریں یہ ستاروں کے ہجوم
لٹ رہا ہے کہیں سرمایۂ نور آج کی رات

حور و غلماں میں یہ غل ہے کہ چلو جلد چلو
عام ہے دعوت صہبائے طہور آج کی رات

سُن گئے اتنا کہ وہ گزریں گے ادھر سے ہو کر
چشم مشتاق ہیں جنت میں طیور آج کی رات

چار سو ہائے وہ اٹھا ہوا ہر پردۂ در
اُف یہ ترسی ہوئی آنکھوں کا سرور آج کی رات

ہر فرشتے کو تمنا کہ بشر ہو جائے
دیکھ کر عرش پہ انساں کا ظہور آج کی رات

حُسن اور عشق کے یہ راز کوئی کیا جانے
جلوہ گر کون ہے اور کس کے حضور آج کی رات

قابل دید ہے اس عالم تنہائی میں
کوزہ گر کا گِل کوزہ پہ غرور آج کی رات

جل کے خود نرم کیا جس نے مشیت کا مزاج
جلوہ فرما ہے وہی شعلۂ نور آج کی رات

شمع و پروانہ ہیں اور عالم تنہائی ہے
ہے کوئی بزم میں نزدیک نہ دور آج کی رات

جو بھی ہو جائے نہ پاس رات وہ سب کم ہے عمر
کیا عجب بخش دے صدیوں کے قصور آج کی رات

گل افشانیاں

نہ جنت سے پوچھو نہ رضواں سے پوچھو — پتہ اپنی منزل کا قرآں سے پوچھو
حرم کیا ہے پوچھو مدینے میں جا کر — مدینہ حرم کے نگہباں سے پوچھو
کیے کس نے روشن در و بام عالم — محمدﷺ کے عزم چراغاں سے پوچھو
بشر کون، خیر البشر بن کے آیا — یہ آدمؑ کے لب ہائے خنداں سے پوچھو
بھرا کس نے جلووں سے دامن ازل کا — ازل ہی کے چاک گریباں سے پوچھو
رہِ کہکشاں ہے گزرگاہ کس کی — ستاروں کی چشم غزل خواں سے پوچھو
گل افشانیاں آپؐ کے چشم و لب کی — گلستاں کی فصل بہاراں سے پوچھو
جو تھا آپؐ کے دیدۂ تر کا عالم — گہر بارئ ابر نیساں سے پوچھو
فضا میں ہیں گونجی ہوئی کس کی آہیں — گھٹاؤں کی زلف پریشاں سے پوچھو
ہوا کون عالم میں شاہِ دو عالم — درود و سلام سلیماںؑ سے پوچھو
کسے لال پیارا نہ تھا آمنہ کا — کسی مریم پاک داماں سے پوچھو
کرم ان کے اپنوں سے کیا پوچھتے ہو — کسی شمع بزم رقیباں سے پوچھو

ثنائے نبیؐ ہے عشمر کتنی مشکل
کسی اپنے جیسے ثنا خواں سے پوچھو

ضیائے گنبد خضرا

ضیائے گنبد خضرا مکاں سے لامکاں تک ہے
کہاں ہے شمع روشن، روشنی لیکن کہاں تک ہے

جو ممکن ہو بنا کر لا کوئی تصویر ان کی سی
ہمیں بھی دیکھنا ہے اے مصور تو کہاں تک ہے

خرد کیا راز پا سکتی ہے اے دل عرش اعظم کے
حدِ پرواز ہی جس کی زمیں سے آسماں تک ہے

ابد تک ساتھ دے گی روشنی بس ان کی نظروں کی
تمہارا ساتھ تو اے ماہ و انجم جسم و جاں تک ہے

نہیں محروم ہم عاصی بھی ان کے فیض رحمت سے
کرم ان کا یہاں تک ہے عطا ان کی یہاں تک ہے

کہاں ممکن کوئی تشبیہہ اس خلقِ مجسم کی
کہ حسنِ عالمِ تشبیہہ بس حسنِ بیاں تک ہے

سہارا چاہیے بس اے عشرت ان کی نگاہوں کا
پہونچ اس عمرِ فانی کی بھی عمرِ جاوداں تک ہے

آنے والے ان کی محفل سے

ہمارے قلبِ مضطر کا یہی بس اک مداوا ہے
ہم اس کو دیکھ کر جیتے ہیں جس نے ان کو دیکھا ہے

زہے وہ آنکھ ہر پردے میں جس کے ان کا جلوا ہے
خوشا وہ دل جو بن کر شمع اس محفل میں جلتا ہے

بتا کچھ تو ہمیں اے آنے والے ان کی محفل سے
ہوا بھی اس دیارِ پاک کی سنتے ہیں صہبا سے

ہمیں معلوم ہے تیری نگاہوں میں بسی ہوں گی
وہ گلیاں ہائے جن گلیوں نے ان قدموں کو چوما ہے

سنا کچھ حال ان راہوں میں رحمت کی گھٹاؤں کا
جدھر سے ہو کے ان کا کاروانِ حسن گزرا ہے

خدائی کا خدا جانے وہاں انداز کیا ہو گا
مدینے میں سنا ہے ہم نے کعبہ کا بھی کعبہ ہے

بیاں کر یوں کہ ہم بھی دیکھ لیں اپنی نگاہوں سے
وہ فردوسِ بریں رضواں بھی جس پہ رشک کرتا ہے

بھلا کیا ہو گا عالم اس زمیں کے ذرے ذرے کا
جہاں آنکھوں پہ ہر اک نور کا چشمہ ابلتا ہے

خبر ہو گی انہیں تو اپنے سارے جاں نثاروں کی
نہ جانے ان کی بزمِ ناز میں کس کس کا چرچا ہے

ترے کانوں نے تو اکثر قریں جنگ کرتا ہو گا
لبوں پر ان کے آتا ہی تو کس کا نام آتا ہے

خبر دے کچھ ہمیں بھی ان کے الطاف و عنایت کی
بلایا ہی کسے در کس کا کس کا حال پوچھا ہے

عمر ان مدھ بھری آنکھوں پہ کیوں قربان ہو جائے
یہ وہ آنکھیں ہیں جن آنکھوں میں اس روضے کا نقشہ ہے

اُمّت کا سفینہ

کون اس کو بجز تیرے کنارے سے لگائے
اُمت کا سفینہ ہے کہیں ڈوب نہ جائے

چھو بھی نہ سکے تجھ کو جو اے سروِ خراماں
چلتے ہیں قدم جوڑ کے ہم سے وہی سائے

گزری تھیں گھٹائیں تری رحمت کی جدھر سے
بیٹھے ہیں اسی راہ پہ ہم آس لگائے

تجھ سا کوئی رہبر ہی کہاں سارے جہاں میں
ہے کون جو اب راہ سے کانٹوں کو ہٹائے

سائے ترے گیسو کے ہوں اور نیند ہماری
پھرتے ہیں تمنا یہی سینے سے لگائے

نازک ہے بہت شیشۂ احساسِ تمنّا
محفل ہے رقیبوں کی کہیں ٹوٹ نہ جائے

آستانے پہ ان کے

ٹال اپنا اے شامِ غم دیکھ لینا — انھیں ڈھونڈ ہی لیں گے ہم دیکھ لینا
مٹیں گے نہ دل سے کبھی جانے والو — تمھارے یہ نقشِ قدم دیکھ لینا
مدینہ جہاں سے نظر آئے یارو — ہمیں مڑ کے با چشمِ نم دیکھ لینا
کہیں سو نہ جانا گھنی چھاؤں پاکر — اٹھے جب وہ چشمِ کرم دیکھ لینا
نہ رہ جائے حسرت کوئی دل میں باقی — ہر اک ان زلفوں کا خم دیکھ لینا
پڑے تھے جہاں ان کے پیروں میں چھالے — وہ راہوں کے سب پیچ و خم دیکھ لینا
ملا کر نظر دیکھنا تو ہے مشکل — چرا کر نظر دم بہ دم دیکھ لینا
عبارت ہیں جو ایک کملی سے ان کی — وہ عنوانِ جاہ و حشم دیکھ لینا
نہ دیکھے ہوں تم نے جو موتی برستے — کبھی کر کے شرحِ الم دیکھ لینا
پہونچنے تو دو آستانے پہ ان کے — ہمیں بھی خدا کی قسم دیکھ لینا

بھر آئے عمؔر نام سن کر جو میرا
کئی بار وہ چشمِ نم دیکھ لینا

کوئی دوسرا تو ہو

ہم بے بسوں کے دل کا تم اک آسرا تو ہو
مانا خدا نہیں ہو حبیبِ خدا تو ہو

ڈرتے نہیں کسی سے تمہاری دعا سے ہم
بدلی ہوئی اگر ہے چمن کی ہوا تو ہو

توصیف سے کریں گے نہ واللہ ہم گریز
تم سا اگر جہاں میں کوئی دوسرا تو ہو

جب سے سُنا ہے روزِ قیامت ملو گے تم
بیٹھے ہیں منتظر کہ قیامت بپا تو ہو

دامن پکڑ کے ہم تو نہ چھوڑیں تمام عمر
لیکن یہ سوچتے ہیں کہیں سامنا تو ہو

انسانیت عظیم ہوئی ہم سے ہی مگر
اب جو ہمارا حال ہے شاید سُنا تو ہو

آ۔ اے عمرؔ کہ ذکرِ حبیبِ خدا کریں
اس رحمتِ تمام کا کچھ حق ادا ہو تو

محرمِ اسرارِ حقیقت

صورت گریٔ ذوقِ نظر دیکھ رہا ہوں
سرکارِ دو عالمؐ ہیں جدھر دیکھ رہا ہوں

آدمؑ کی دعاؤں کا اثر دیکھ رہا ہوں
بیدار ہوں اور خوابِ سحر دیکھ رہا ہوں

چھوڑ آئی ہیں صدیاں جنھیں پیچھے وہ مناظر
میں آج بہ آغوشِ نظر دیکھ رہا ہوں

کس محرمِ اسرارِ حقیقت کی ہے آمد
اٹھا ہوا ہر پردۂ در دیکھ رہا ہوں

ہو نطق نگاہوں کو میسر تو بیاں ہو
آنکھوں سے جو میں شانِ بشر دیکھ رہا ہوں

کھلتے ہی چلے جاتے ہیں درِ خلدِ بریں کے
اے خاکِ مدینہ میں کدھر دیکھ رہا ہوں

آئی ہے صبا ہو کے یہ کس راہ گزر سے
مہکی ہوئی ہر راہ گزر دیکھ رہا ہوں

شاید کہ یہی منزلِ معراجِ بشر ہے
سہمے ہوئے جبریلؑ کے پر دیکھ رہا ہوں

اس غم میں کہ اک نقشِ کفِ پا کہیں مل جائے
پھٹتے ہوئے پتھر کا جگر دیکھ رہا ہوں

برسا تھا کبھی ٹوٹ کے جو غارِ حرا میں
وہ منظرِ بارانِ گہر دیکھ رہا ہوں

ادنیٰ سے اک انگلی کے اشارے پہ سرِ چرخ
بدلے ہوئے خورشید و قمر دیکھ رہا ہوں

تنہائی میں بھی محفل

مژدہ جو محمدؐ کی آمد کا صبا لائی
بل کھا کے گھٹا اٹھی لہرا کے بہار آئی

جاں کیوں نہ ہو پھر قرباں دل کیوں نہ ہو شیدائی
رفتار گل و گلشن گفتار مسیحائی

دربارِ رسالت میں کیا لطفِ حضوری ہے
تنہائی میں بھی محفل، محفل میں بھی تنہائی

دیکھا نگہِ دل سے جب سارے رسولوں کو
ہم نے تو محمدؐ کی ہر بات جُدا پائی

محفل میں سُنا جب بھی ذکر ان کی شفاعت کا
پہروں مرے کانوں میں بجتی رہی شہنائی

انوارِ مدینہ کی بارش ارے کیا کہنا
جس سمت نظر اٹھی جلووں میں نہا آئی

اس خلقِ مجسم کے جس سمت قدم پہونچے
چھالوں سے ہوئی پسپا کانٹوں کی صف آرائی

دنیا کے اندھیروں میں تاریک سویروں میں
اک شمع سی جل اٹھی جب آپؐ کی یاد آئی

اے صلِّ علیٰ

جینے کا سہارا ہو جائے طوفاں بھی کنارا ہو جائے
اے صلِ علیٰ اے صلِّ علیٰ تیرا جو اشارا ہو جائے

یہ حسنِ عنایت حسنِ کرم اے حسن خود آرا ہو جائے
بن مانگے مرادیں مل جائیں بن دیکھے نظارا ہو جائے

اے رحمتِ عالم آج کی شب اک ایسا اشارا ہو جائے
اُمت کا تری جو اشک بہے بس عرش کا تارا ہو جائے

زاہد کو زباں سے کہنے پر جب مسجد و منبر بخشے ہیں
اس رند کی قیمت کیا ہوگی جو دل سے تمہارا ہو جائے

پھولوں کی محبت میں مالی کانٹوں کو بھی پانی دیتا ہے
تم بارشِ رحمت عام کرو اور کام ہمارا ہو جائے

مجازِ حقیقت نما

ضیائے رخِ مصطفےٰ دیکھ آئے / مجازِ حقیقت نما دیکھ آئے

تصور کی پُر پیچ راہوں سے ہو کر / تصور سے بھی کچھ سوا دیکھ آئے

اُبلتا ہوا ایک رحمت کا چشمہ / برستی ہوئی اک گھٹا دیکھ آئے

ترستا ہے جنّت میں بھی جنکو رضواں / وہ موسم، وہ رت، وہ ہوا دیکھ آئے

کرم ہائے چشمِ کرم اللہ اللہ / کھلے بابِ عفو خطا دیکھ آئے

ہمیں دیکھ اے بخت کی نارسائی / ہم ان کا ہر اک نقشِ پا دیکھ آئے

نہ ملتی ہو جس کو رہِ زندگانی / درِ پاکِ خیر الورا دیکھ آئے

نکلتا ہے جو عرشِ اعظم پہ جا کر / نگاہوں سے وہ راستا دیکھ آئے

نظر سے نہ جب دیکھ پائے خدا کو / تو ہم جا کے شانِ خدا دیکھ آئے

صدف در صدف بحر در بحر پھر کر / تماشائے جود و سخا دیکھ آئے

مہ و مہر ہیں جس کے پرتو سے روشن / وہ آئینۂ پُر ضیا دیکھ آئے

نہیں بے سبب شادمانی ہماری / عجب منظرِ دلکشا دیکھ آئے

عمرؔ رات پچھلے پہر چوری چوری
گئے تھے کہاں چھپ کے کیا دیکھ آئے

شغلِ دلِ دیوانہ

شغلِ دلِ دیوانہ یہی شام و سحر ہے
خوابوں میں مدینہ ہے خیالوں میں سفر ہے

ہو کر کبھی جبریلؑ بھی گزرے نہ جہاں سے
اللہ کے محبوبؐ کی وہ راہ گزر ہے

احمدؐ کا جو رتبہ ہے احد سے کوئی پوچھے
میں تو وہی کہتا ہوں مری جتنی نظر ہے

فردوس کا رضواں سے پتہ پوچھنے والو
فردوس محمدؐ ہی کا اک گوشۂ در ہے

وہ اک رہِ دشوار کہ جاتی ہے ابد کو
طیبہ اسی رستے میں گھنا ایک شجر ہے

اس نام پہ کیا ظلمت ہستی کا اثر ہو
وہ نام کہ آئینۂ انوارِ سحر ہے

اس خواب گہِ عالمِ ہستی میں دل آرا
جو جاگ رہا ہے ابھی وہ تیرا عمر ہی

مدینے چلو

سیکھنے زندگی کے قرینے چلو
دل یہ کہتا ہے ہر دم مدینے چلو
قافلے جا چکے کتنے مستانہ وار
آئی پینے کی رُت آؤ پینے چلو
جن کو طوفاں کا خطرہ نہ موجوں کا ڈر
منتظر کب سے ہیں وہ سفینے چلو
لے کے انساں کو جاتے ہیں جو عرش پر
پھر نظر آرہے ہیں وہ زینے چلو
اور ہو جاتے ہیں پُر لٹانے سے جو
لوٹنے آج ایسے خزینے چلو
لیں اُمنگوں نے یوں دل میں انگڑائیاں
جیسے آواز دی ہو کسی نے چلو
ہو چکا اے عمر ختم کارِ جہاں
مر چکے عمر بھر اب تو جینے چلو

لاکھوں میں بھی ایک ادا

لاکھوں میں یہی ایک ادا کتنی حسین ہے
قدموں میں دو عالم ہیں مگر خاک نشیں ہے

کیا اس میں تعجب وہ اگر اتنی حسیں ہے
فردوس مدینے ہی کی اُفتادہ زمیں ہے

ہونے کو تو ہر و مہ و انجم بھی ہیں لیکن
تشبیہہ کوئی اُس رُخِ روشن کی نہیں ہے

عظمت کو سمیٹے حد تخییل کہاں تک
خاکِ کفِ پا بھی ہے تو افلاک نشیں ہے

تفسیر ہے یہ اُن کے نقوشِ کفِ پا کی
یہ خلدِ ارم ہے تو وہ فردوس بریں ہے

تھا ذکر یہ کس کی نگہہ لطف و کرم کا
شرمائی ہوئی سی مہ و انجم کی جبیں ہے

اُس دل کو ہو کیا خوف غمِ روزِ ابد کا
وہ دل جو محمدؐ کی محبت کا امیں ہے

شکوۂ اسلام

حال کہنا ہے مگر تابِ تکلم نایاب ‏ ‏ ‏ دل ہلانا ہے مگر جوشِ تلاطم نایاب
فیصلہ کرنا ہے اندازِ تحکم نایاب ‏ ‏ ‏ زور کرنا ہے مگر زورِ تصادم نایاب
ہمتِ پست سے پروازِ بلندی کا خیال
عزم محکم ہے مگر سب ہیں خیالات محال

اس سے کہنا ہے جو سنتا ہے زمانے کی صدا ‏ ‏ ‏ اس سے کہنا ہے جو ہے دردرسیدوں کی دوا
اس سے کہنا ہے جہاں بار نہیں ہو سکتا ‏ ‏ ‏ اس سے کہنا ہے جو سننے سے کبھی ہے بے پروا
حال کہہ دیں گے وہ یہ حال سنے یا نہ سنے
قال کر دیں گے وہ یہ قال سُنے یا نہ سُنے

یہ وہی در ہے جہاں سجدے کیا کرتے تھے ‏ ‏ ‏ یہ وہی در ہے جہاں مر کے جیا کرتے تھے
بادۂ عیش شب و روز پیا کرتے تھے ‏ ‏ ‏ ہم ملائک سے یہاں داد لیا کرتے تھے
ہم سے شرمندہ تھی اس در پہ فضائے جنت
گدگداتی تھی ہمیں آکے ہوائے جنت

آئینہ قدس کا دنیا کو دکھاتے تھے ہم ‏ ‏ ‏ محوِ تشویش زمانے کو بناتے تھے ہم
جم ہی جاتے تھے جہاں تنگ جاتے تھے ہم ‏ ‏ ‏ کہیں آتے تھے نہ ہم اور نہ جاتے تھے ہم

رات دن محوِ غمِ ناصیہ فرسائی ہے
یہی در تھا، یہی سر تھے یہی سودائی تھے

ہمیں تھے قیصر و کسریٰ کو دبانے والے   پرچمِ فتح زمانے میں اڑانے والے
شام میں روم میں اور ہند میں جانے والے   سکۂ شوکت کا زمانے پہ بٹھانے والے
دیکھنے کے لئے جو لوگ ہمیں آتے تھے
دیکھ کر شان ہماری وہ لرز جاتے تھے

خونِ دل تھا سرِ پرشور کی زینت کے لئے   دلِ مضطر تھا فقط وقفِ عبادت کے لئے
کبھی تنہا نہیں اٹھا کوئی طاعت کے لئے   کیونکہ کوشاں تھا ہر اک فردِ جماعت کے لئے
ہم میں خوش حال بھی تھے سیکڑوں نادار بھی تھے
ہم میں خو کردۂ دشواری و آزار بھی تھے

ہم میں تھے بات پہ گردن کو جھکانے والے   ہم میں تھے تیغ ہزاروں میں اٹھانے والے
ہم میں تھے خون دلیروں کا بہانے والے   ہم میں تھے خون کے دریا میں نہانے والے
ہم میں عباس بھی تھے خالدِ جرار بھی تھے
ہم میں سلم بھی تھے بوذر بھی تھے طیار بھی تھے

کبھی فاران کی چوٹی پہ علم تھے اپنے   کبھی ہرقل کے شبستاں میں قدم تھے اپنے
وجہ نصرت کی کبھی صرف قلم تھے اپنے   کبھی شمشیر و قلم دونوں بہم تھے اپنے
تھا کبھی خوف خداوند کی قہاری کا
تھا بھروسہ کہیں غفار کی غفاری کا

بانگ ہنگامۂ اسلام جہاں سنتے تھے — اپنی تلواروں کی جھنکار وہاں سنتے تھے
پھر نہ کچھ نغمہ نہ کچھ طرزِ بیاں سنتے تھے — دوڑ جاتے تھے جب آوازِ اذاں سنتے تھے

سر ہتھیلی پہ تھا اور ہاتھ تھا تلواروں پر
نیند آتی تھی دہکتے ہوئے انگاروں پر

نور سے علم کے معمور تھے سینے اپنے — پُر نظر آتے تھے ہر سمت دفینے اپنے
تھے رواں بحرِ عمل میں جو سفینے اپنے — تھے جدا سارے زمانے سے قرینے اپنے

سر اٹھاتے تھے کہیں جوشِ شجاعت کے لیے
کہیں جھکتے تھے غریبوں کی حمایت کے لیے

نہ کبھی غیر کے مٹنے کی دعا کی ہم نے — نہ کبھی اپنی جراحت کی دوا کی ہم نے
زندگی نذرِ خیالاتِ وفا کی ہم نے — گنبدِ ملتِ بیضا پہ جلا کی ہم نے

مال تھا تیرے لیے اور عطا تیرے لیے
تھی غرض اپنی فنا اور بقا تیرے لیے

شہرے ہیں یوں تو زمانے میں جہانداروں کے — نام مشہور ہیں گو سیکڑوں درباروں کے
لڑے جی توڑ کے جو سائے میں تلواروں کے — کارنامے ہیں وہ سب تیرے وفاداروں کے

خونچکاں زخم کو گلگونۂ عشرت سمجھا
خاکساری ہی کو ہر حال میں عزت سمجھا

یاد ہے یاد ہے وہ قرطبہ کی شان ابھی — یاد ہے یاد ہے غرناطہ کا میدان ابھی
یاد ہے یاد ہے وہ مصر وہ ایران ابھی — یاد ہے یاد ہے وہ جوش وہ ایمان ابھی

جہد سے کوشش ہر روزہ سے رغبت تھی ہمیں
عیش سے عیش کے ہنگاموں سے نفرت تھی ہمیں

ایسے ایسے بھی تھے ہم سوختہ سامانوں میں   جو رہے سینہ سپر تیغوں میں پیکانوں میں
ہم پھرے دشت میں وادی میں بیابانوں میں   دوپہر کاٹ دی تپتے ہوئے میدانوں میں

آسماں ہی کو فقط سایۂ عشرت سمجھا
جو مصیبت پڑی ہم نے اسے راحت سمجھا

آج برباد ہیں ناچار ہیں مجبور ہیں ہم   زخم کھائے ہیں وہ سنگین کہ اب چور ہیں ہم
کہتے ہیں عیش جسے اس سے بہت دور ہیں ہم   وہ فلاکت زدہ ہیں آج کہ مشہور ہیں ہم

سوتی دنیا کو ہمیں تھے وہ جگانے والے
آج ہنستے ہیں ہمیں پر یہ زمانے والے

تجھ سے کرتے ہیں دعا گو کوئی وقعت نہ سہی   تیرے بندے تو ہیں ہم گو کوئی عزت نہ سہی
بخش دے کچھ تو ہمیں عشرت و راحت نہ سہی   مرتبہ وہ نہ سہی اور وہ رفعت نہ سہی

اتحاد آج جو ہم میں سے ہوا ہے مفقود
جس کے باعث ہوئے سب عیش کے رستے مسدود

آج تجھ سے اسی الفت کے طلبگار ہیں ہم   آج تجھ سے اسی دولت کے طلبگار ہیں ہم
ہے یہ رفعت اسی رفعت کے طلبگار ہیں ہم   ہے یہ عزت اسی عزت کے طلبگار ہیں ہم

یوں ملا ہم کو کہ ایک ایک کے دل مل جائیں
دیکھنے والے ہمیں دیکھیں تو دل ہل جائیں

پھر اسی ملتِ بیضا کا طلبگار رہنا — اسی تعمیر کے مٹتے ہوئے آثار بنا
پھر دلوں کو تو وہی مخزنِ اسرار بنا — ہم وفادار نہیں ہم کو وفادار بنا

آئے وہ وقت تو احسان اسی وقت کا ہے
کچھ نہیں ہم کو بس ارمان اسی وقت کا ہے

ہم ہوں گمراہ تو قرآن ہو رہبر اپنا — حرزِ بازو رکھیں ہم اس کو بنا کر اپنا
جو ہمیں ہے اسے سمجھیں پیمبر اپنا — اور تری راہ میں کام آئے کھیں سر اپنا

پھر تو غم کچھ بھی نہیں اس کا کہ نادان ہیں ہم
باعثِ فخر یہی ہے کہ مسلمان ہیں ہم

مستیِ محبت

عاشق برشتہ دل حضرت جنیدؒ نے
دیکھا اک جوان کو سخت مست و بے خبر

جا رہا تھا وہ کہیں لیکن اس طرح کہ تھا
ظاہر اک زمانے پر خمار بادہ کا اثر

جو آنکھ پر خمار تھی تو چہرہ سرخ سرخ تھا
قدم بھی ڈگمگاتے تھے حواس بھی تھے منتشر

قدم قدم پہ تھا عیاں کہ بس اب گرا بس اب گرا
ہر اک جگہ پہ تھا عیاں کہ پہونچے گا نہ اپنے گھر

یہ دیکھ کر جنیدؒ نے بہ طنز اس سے یہ کہا
کہ اے جوان بے خبر قدم اٹھا سنبھال کر

تو ایسی چال سے نہ چل مبادا گر پڑے کہیں
شکستہ ہاتھ پاؤں ہوں تو پاش پاش تیرا سر

نظر اٹھی جوان کی سنا جو یہ جنیدؒ سے
ٹھہر گیا بصد ادب دیا جواب مختصر

کہ اے جنیدؒ با خدا جو میں گروں تو غم نہیں
کہ میرے گرنے کا اثر پڑے گا میری ذات پر

کسی کو میرے صدمے سے نہ صدمہ پہونچیگا کوئی
کہ رنج میری وجہ سے نہ پائے گا کوئی بشر

سنبھلنا تجھ کو چاہیے سنبھال اپنے آپ کو
کہ ہے سنبھلنے پر ترے تمام شہر منحصر

جو میں گرا تو کیا گرا مرا وجود کچھ نہیں
گرے گا سارا شہر بھی جو تو گرا کہیں اگر

ندا پھر آئی غیب سے کہ اے جنیدؒ نیک دل
یہ میرا مست عشق ہے نہیں شراب کا اثر

کسی کے حال کو نہ دیکھ کسی کے حال پر نہ جا
کسی کا عیب جو نہ ہو کسی پہ طنز تو نہ کر

سنا جو یہ جنیدؒ نے تو سخت مضطرب ہو گئے
بہت دنوں رہے وہ پھر اسی قلق میں نوحہ گر

فردوس کی قیمت

اک مجرم عاصی سرِ دربارِ رسالت — حاضر ہے یہ کہتا ہے کہ اے مظہرِ شوکت
اے مصدرِ آثارِ ہدیٰ آیۂ رحمت — آئینۂ انوارِ خدا، حامیٔ اُمت

مایوس ہے جو گلشنِ جنت سے وہ میں ہوں
جو دور ہے اللہ کی رحمت سے وہ میں ہوں

آیا ہوں ترے پاس بہ امیدِ شفاعت — آلودۂ فریاد، گراں بارِ خجالت
فریادیٔ واماندگیٔ عالمِ حسرت — رد کردۂ امیدِ کرم کشتۂ حسرت

گنجائشِ اندازِ کرم ہے کہ نہیں ہے
اب کوئی علاجِ غم و ہم ہے کہ نہیں ہے

اٹھتی ہے یہ سنتے ہی نگاہ کرم آلود — کھل جاتے ہیں کچھ کہنے کو دونوں لبِ محمود
ہوتے ہیں ضیا پاش دُر و گوہرِ مقصود — فرماتے ہیں سائل سے بہ اندازۂ مسعود

کس بات سے رنجیدہ ہے کیا تو نے کیا ہے
باعث تری افسردگیٔ قلب کا کیا ہے

کہتا ہے کہ نادم ہوں گرفتارِ خطا ہوں — مجبور ہوں معذور ہوں محصورِ بلا ہوں
آمادہ ہوں مر جانے پہ جینے سے خفا ہوں — کچھ مجھ پہ عطا ہو کہ طلبگارِ عطا ہوں

کر رحم کہ مارا ہوا ہوں نفس لعین کا
کمبخت نے رکھا ہی نہیں مجھ کو کہیں کا

وہ جُرم کیئے ہیں جو سزا وار نہیں تھے
یعنی کہ میں غافل رہا احکام سے دیں کے
کیا منھ سے بتاؤں کہ جو اعمال ہیں میرے
ابتک تو وہ افعال کہیں بھی نہیں دیکھے
میخواری کبھی عیاشی کبھی چوری کبھی دغا بھی
عیاری کبھی خونخواری کبھی اور حرص ہوا بھی

میخانے سے اٹھ کر کبھی مسجد میں نہ آیا
طاعت کیلئے بھول کے سر کو نہ جھکایا
جو فرض تھا اس فرض سے جی میں نے چرایا
گھر گلشن فردوس میں اپنا نہ بنایا
نفرت تھی اوامر سے نواہی پہ فدا تھا
اللہ کو چھوڑا تھا کہ خود اپنا خُدا تھا

طاعت نہ مناجات نہ تقوٰی نہ عبادت
ایمان نہ اسلام نہ کچھ مذہب و ملّت
سوتے ہوئے اک صورت موزوں کی ضرورت
اٹھتے ہوئے پھر بادہ گلفام کی حاجت
ہر رنگ میں ہر حال میں تھا ذوقِ مناہی
ہر روز مرے نفس کو تھا شوقِ تباہی

اک رات کبھی سیرِ چراغاں میں گزاری
اک رات کبھی بزم حسیناں میں گزاری
اک رات کبھی شورشِ عصیاں میں گزاری
اک رات کبھی جوششِ طغیاں میں گزاری
اک رات کو میں ساقی مہوش پہ فدا تھا
اک رات کو میں نشۂ غفلت میں پڑا تھا

وہ چھٹکی ہوئی چاندنی وہ نور کا منظر   وہ زہرہ و ناہید وہ دنیائے منور
وہ جلوہ گری مہ کی سرِ گنبدِ اخضر   وہ موتیوں کی طرح چمکتے ہوئے اختر
دنیا کی فضاؤں میں وہ سبزے کا لہکنا
وہ آبِ رواں اور وہ مرالی کے بہکنا

ہنگامِ سحر صبح کے تارے کا نکلنا   ہر مرغِ سحر خواں کا سرِ شاخ مچلنا
اٹھنا وہ پجاری کا مؤذن کا سنبھلنا   اک جوششِ توحید کا طوفان اُبلنا
ہر سمت سے آوازِ اذاں کان میں آنا
اور بسترِ راحت سے مرا سر نہ اُٹھانا

وہ سیرِ چمن وہ لبِ جو وہ گل و گلزار   وہ سبزۂ خوش رنگ وہ ذرات ضیا بار
وہ جام و صراحی وہ فراہم کئی مے خوار   بہکی ہوئی رفتار تو اُلجھی ہوئی گفتار
چھٹنا کبھی ملنا کبھی ہنسنا کبھی گانا
چھینٹے کبھی لڑنا کبھی ندی میں نہانا

ہر نالۂ محزوں میں مسرت کا نشاں تھا   میں آپ جواں تھا تو زمانہ بھی جواں تھا
بربط تھا دف و نے تھے لبِ آبِ رواں تھا   اللہ کا کیا ذکر ہے اللہ کہاں تھا
بیکار کی صلحیں کبھی بیکار کی جنگیں
اللہ رے وہ فتنے وہ تمنا وہ اُمنگیں

تھی جوش پہ کمبخت جفا کوش جوانی   غارت گرِ دل دشمنِ صد ہوش جوانی
مستانہ ادا میکش و مے نوش جوانی   روٹھی ہوئی چھوٹی ہوئی پرجوش جوانی

چھوڑے ہوئے طوفانِ معاصی میں سفینہ
لوٹے ہوئے طاعاتِ گزشتہ کا دفینہ
کھولے ہوئے ذوقِ طرب و عیش کا دفتر
چھلکائے ہوئے بادۂ گلرنگ کا ساغر
کھینچے ہوئے عیاری و خونخواری کا خنجر
بھولے ہوئے رسوائی و بدنامئ محشر
کچھ اور نہیں حالتِ دیوانہ یہی ہے
قصہ ہے یہی درد کا افسانہ یہی ہے

آتا ہے یہ سن کر لبِ نازک پہ تبسم
فرماتے ہیں سائل سے بہ اندازِ ترحم
بس اس سے زیادہ نہ ہو سرگرمِ تکلم
مایوسی کا اب دل میں نہ رکھ اتنا توہم
اُس کا ہے خدا جس کا نہیں کوئی مددگار
بخشش کے لیے فکر و تردد ہے یہ بیکار
کر دے دلِ صد پاش کو تو صرفِ محبت
بے شبہ محبت ہے حقیقت میں عبادت
انسان کے ہاتھوں ہی میں ہے دامنِ رحمت
فردوس کی قیمت ہے بس اک اشکِ ندامت
ایمان یہی زیورِ ایمان یہی ہے
مومن ہے تو مومن کی بڑی شان یہی ہے

فریادِ امّت

جی میں ہے کہ جاؤں طرفِ روضۂ اطہر   اور عرض کروں گنبدِ خضریٰ کو ہلا کر
اے حامیٔ دیں راحتِ جاں شافعِ محشر   اے ہاشمی اے مطلبی قاسمِ کوثر
اے فخرِ جہاں زبدۂ نسلِ نبی آدم
اے مہرِ عرب ماہِ عجم شاہِ دوعالم

اے وہ کہ رہے تیرے غلامانِ غلاماں   آئینۂ آیاتِ قراں صاحبِ ایماں
خاطر ہمہ جمعیت و ظاہر ہمہ حیراں   رخ جانبِ صحرا و رواں سوئے گلستاں
بالائے جبیں صندلِ خاکِ رہِ تسلیم
سیمائے مبیں بدرِ سماوات و ہر اقلیم

کرتے نظرِ مہر سے جس سمت اشارے   ذرے نظر آتے تھے چمکتے ہوئے تارے
جب دیکھتے تھے سوئے چمن قہر سے بارے   گل ہوتے تھے اعدا کی نگاہوں میں شرارے
دیندار، سرافراز، وفادار ہمیں تھے
کہتے ہیں جنھیں فاعلِ مختار ہمیں تھے

تھیں لب پہ دعائیں تو دعاؤں میں اثر بھی — اور پہلوئے اقبال میں تھی فتح و ظفر بھی
محنت تھی تو مل جاتا تھا محنت کا ثمر بھی — ہر اک شب تاریک میں پنہاں تھی سحر بھی

برتر تھا ہر اک دین سے یہ دین ہمارا
بالا تھا ہر آئین سے آئین ہمارا

ہر حال میں حامی ترے احکام کے ہم تھے — ہر وقت فدائی بھی ترے نام کے ہم تھے
اسلام ہمارا تھا تو اسلام کے ہم تھے — اب کچھ نہ سہی پہلے بڑے کام کے ہم تھے

ہم نے بہت ایوان زمانے کے سنوارے
اب بھی در و دیوار پہ ہیں نقش ہمارے

بوبکرؓ کو فاروقِؓ جری کو نہیں کہتے — عثمانِؓ غنی اور علیؓ کو نہیں کہتے
یا مردیٔ اولادِ نبیؐ کو نہیں کہتے — خالد کے دمِ تیغ زنی کو نہیں کہتے

جو کوئی تھا موصوف بہ اوصافِ جلی تھا
جو کوئی تھا ہم میں وہی عثمانؓ و علیؓ تھا

بھولے نہیں اسلام کو ہم غم میں تعب میں — بھولے کبھی راحت میں اسے اور نہ غضب میں
افسانۂ دیریں ابھی مشہور ہیں سب میں — ہیں نقشِ قدم ریگ بیابانِ عرب میں

بھولی نہیں دنیا ابھی دورِ اموی کو
بھولی نہیں عباسیوں کی نکتہ رسی کو

ساران کی چوٹی پہ پھریرا اڑتا ہمارا ‏ قصرِ درِ کسریٰ پہ بھی پھرا تھا ہمارا
جو زخم عدو کش تھا وہ گہرا تھا ہمارا ‏ توحید ہی ہر حال میں لہرا تھا ہمارا

ہر سمت غمِ دیں کا بھی چرچا تھا ہمیں سے
سر یوں تو بہت سے تھے یہ سودا تھا ہمیں سے

ہے پیش نظر وہ ابھی غرناطہ کا منظر ‏ ہے پیش نظر مرتبہ جامع اظہر
ہے پیشِ نظر معرکۂ حیدرؓ و جعفرؓ ‏ ہے پیش نظر شہرۂ عباسؓ دلاور

کیا ہم میں سے وہ حیدرؓ کرار نہیں تھے
کیا ہم میں سے وہ خالدؓ جرار نہیں تھے

کیا آپ نے جس سمت کیا ہم کو اشارا ‏ جھکتے نہیں دیکھا سرِ پر جوش ہمارا
صحرا ہو کہ وادی ہو کہ دریا کا کنارا ‏ ہر سمت کیا ہم نے اسی دھن میں گزارا

تھے برقِ ستم سوز جہاںؐ کے گرے ہم
بے فتح کیے پھر کبھی الٹے نہ پھرے ہم

کہیے بجز اسکے کوئی سرمایہ ہی کیا تھا ‏ اسلام تھا یا تیغ تھی یا جوشِ وغا تھا
ہم راہرِ شوق تھے دل راہ نما تھا ‏ جس حال میں تھے ساتھ وہیں ذکر خدا تھا

تھے سب میں شریک اور جدا رہتے تھے سب سے
خالی نہ تھا دل کوئی کہیں رنج و تعب سے

گوشہ سے نکل کر کبھی میدان میں آئے
بغداد میں پہنچے کبھی ایران میں آئے
چشمہ کو جو چھوڑا تو بیابان میں آئے
جنگل میں رہے اور کبھی ایوان میں آئے

راحت کبھی غربت کبھی صحرا کبھی دریا
سیماب صفت ہم نہ ٹھہرتے تھے کسی جا

وہ ہند کے شہ زور دلیروں کا زمانہ
اور چڑھ کے محمدؐ بن قاسم کا وہ آنا
وہ ہند کے میدان میں گھوڑوں کا بڑھانا
داہر کو وہ آبِ دمِ شمشیر پلانا

اسلام کا ہر سمت وہ زور اور وہ حکومت
ملتان تک اس دین کی وہ عظمت و شوکت

پنجاب پہ چڑھ کر کبھی جے پال سے لڑنا
میداں میں مخالف کے قدم آگے اکھڑنا
رونا کبھی ڈرنا کبھی گرنا کبھی پڑنا
پھر وعدۂ ناداں سے گوشہ کا پکڑنا

کیا یاد نہیں ہے ہمیں سب یاد ہی اب تک
جنبش میں ہمارا لبِ فریاد ہی اب تک

کہنے پہ اگر آئیں تو ہم کہتے ہی جائیں
اور حال کے کہنے کا کبھی وقت نہ پائیں
اس شور سے کیوں سوتے زمانے کو جگائیں
بہتر ہے کہ فریاد سے اب ہاتھ اٹھائیں

اس وقت جو کہنا ہے کہیں وہ نہ ادب ہم
ہوں گھر کے زمیں بوس شہنشاہ عرب ہم

اے وہ کہ تری یاد سے ہے زینتِ اسلام   اے وہ کہ ترے حکم سے ہے شوکتِ اسلام
اے وہ کہ ترے جود سے ہے دولتِ اسلام   اے وہ کہ ترے نام سے ہے تربتِ اسلام

با چشمِ پُر از آب بصد حالِ پریشاں
کچھ کہنے کو آئے ہیں غلامانِ غلاماں!

ثروت کے طلبگار نہ دولت کے طلبگار   مکنت کے طلبگار نہ حشمت کے طلبگار
شوکت کے طلبگار نہ سطوت کے طلبگار   ہیں صرف ترے لطف و عنایت کے طلبگار

ہو لطف کہ مضمونِ فسانہ ہی بدل جائے
بدلے جو ہوا سارا زمانہ ہی بدل جائے

تم شافعِ محشر ہو تو ہم امتِ مرحوم   تم حاکمِ ذیشاں ہو تو ہم بندۂ محکوم
تم قاسمِ کوثر ہو تو ہم مالکِ مقسوم   کس طرح سے پھر ہم کو کیا جاتا ہے محروم

کیا ہے کہ ادھر کوئی تلطف نہیں ہوتا
کیا ہے کہ کوئی ہم پہ تاسف نہیں ہوتا

عالم ہے کہ خوش حال ہے ہم ہیں کہ پریشاں   سرگشتہ و مایوس دل آزردہ و حیراں
وہ گل نہ وہ غنچے ہیں نہ وہ مرغِ خوش الحاں   اجڑا نظر آتا ہے گلستاں کا گلستاں

وہ سبزۂ نوخیز نہ وہ نرگس و شمشاد
فریاد ہے فریاد ہے فریاد ہے فریاد

وہ بادۂ دیرینہ وہ پیمانہ نہیں ہے   وہ مرشدِ میخانہ وہ میخانہ نہیں ہے
وہ صورتِ دلکش وہ صنم خانہ نہیں ہے   وہ انجمنِ شوق وہ افسانہ نہیں ہے
انجام ہے وہ ہیبتِ انجام نہیں ہے
اسلام ہے وہ شوکتِ اسلام نہیں ہے

اسلاف ہمیں سونپ گئے تھے جو امانت   برسوں رہی سینے میں ہمارے وہ ودیعت
قائم رہی عالم میں وہی عزت و حرمت   باقی رہی گنجینۂ دل میں وہی دولت
صنعت بھی تھی حرفت بھی تھی دولت بھی تھی ہم میں
عظمت بھی تھی شوکت بھی تھی برکت بھی تھی ہم میں

ملتی تھی وہ محمود کی سی شوکت و شاں بھی   بابر بھی تھا اکبر بھی تھا اور شاہجہاں بھی
وہ علم و عمل بھی تھا وہ دل اور وہ جاں بھی   وہ پرچمِ اسلام بھی وہ نام و نشاں بھی
کچھ دن ہوئے جب راہ بتاتے تھے جہاں کو
ہم درس دیا کرتے تھے ہر پیر و جواں کو

ہمت کے فرس بھرتے تھے میداں میں طرارے   شمشیرِ دغا پیشہ سے اڑتے تھے شرارے
تکتے تھے ہمیں چرخِ بریں سے بھی تارے   دنیا تھی کہ قرباں تھی قدموں پہ ہمارے
اب کہنے میں گردوں ہے نہ قبضہ میں زمیں ہے
ہم کیا کہیں کیا آپ کو معلوم نہیں ہے

اس طرح مٹے ہم کہ نہیں کوئی ٹھکانا بدلا نظر آتا ہے زمانے کا زمانا
ساقی نہ وہ محفل نہ وہ مطرب نہ ترانا مرنے کے لیے ڈھونڈتے پھرتے ہیں بہانا

ہیں داغ سلیمان سر روئے زمیں کے
دنیا ہے نہ عقبیٰ ہے نہیں کے نہ وہیں کے

کیا ہو اثر اب نالۂ شب گیر نہیں ہے کیا آہ و فغاں میں کوئی تاثیر نہیں ہے
کیا رحم کے قابل کوئی تقریر نہیں ہے کیا آج ہماری کوئی توقیر نہیں ہے

کیا عفو سے اب جا کے خطا مل نہیں سکتی
کیا درد کی اب کوئی دوا مل نہیں سکتی

کیا دل یونہی اب محشر حرماں میں رہے گا کیا اپنا سفینہ یونہی طوفاں میں رہے گا
کیا جوشش خزاں یونہی گلستاں میں رہے گا کیا قافلہ سرگشتہ بیاباں میں رہے گا

کیا راہ رووں کو کوئی رہبر نہ ملے گا
کیا ناصیہ شوق کو وہ در نہ ملے گا

کیا قوم میں باہم یہ عداوت ہی رہے گی کیا دین مبیں سے ہمیں نفرت ہی رہے گی
کیا ساتھ یہ افلاس یہ نخوت ہی رہے گی کیا اپنی رفیق اب یہ مذلت ہی رہے گی

کیا دل میں نمایاں کوئی اب جوش نہ ہوگا
کیا حشر تک اب ہم کو کبھی ہوش نہ ہو گا

کیا عُجب سے پندار سے ہم بچ نہیں سکتے — کیا دہر کے آزار سے ہم بچ نہیں سکتے
کیا جہل کی تلوار سے ہم بچ نہیں سکتے — کیا کشمکشِ دار سے ہم بچ نہیں سکتے
کب تک لیے جائیں گے اسی طرح سنبھالے
للّٰہ بچالے ہمیں للّٰہ بچالے

یوں ہم ہدفِ ناوکِ بیداد ہوئے ہیں — یوں ہم ستمِ دہر سے ناشاد ہوئے ہیں
اس طرح سے سرگشتۂ فریاد ہوئے ہیں — دنیا ہمیں کہتی ہے کہ برباد ہوئے ہیں
پہلے کی طرح پھر ہمیں ذی شان بنا دے
پہلے کی طرح اب بھی مسلمان بنا دے

شاہدِ بزمِ ابد

شاہدِ بزمِ ابد سروِ قامت سرو قد
اے کہ قربانت شود دانش و عقل و خرد
قل ھو اللہ احد قل ھو اللہ احد

•

شان تیری لم یزل حوصلے دشت و جبل
تو ہی معمارِ ازل تو ہی سرکارِ ابد
قل ھو اللہ احد قل ھو اللہ احد

حاملِ نورِ خدا تیری ذاتِ باصفا
جلوۂ رخ والضحیٰ شان، اللہ الصمد
قل ھو اللہ احد قل ھو اللہ احد

•

جادہ پیمائے حنین آمنہ کے نورِ عین
اے مرے جد الحسین فاتحِ بدر و احد
قل ھو اللہ احد قل ھو اللہ احد

رہبر دنیا و دیں رحمۃ اللعالمیں
تیری گفتارِ حسیں نازشِ اوجِ خرد
قل ھو اللہ احد قل ھو اللہ احد

•

عارض و رخ کا نکھار روزِ روشن کا سنگار
تیرا فیضانِ بہار بے حساب و بے عدد
قل ھو اللہ احد قل ھو اللہ احد

•

تو نے چھیڑا سازِ حق محرمِ ہر رازِ حق
نغمۂ آوازِ حق بر لبِ قومی سند
قل ھو اللہ احد قل ھو اللہ احد

اے کہ تسکین جاں سلام علیک

شاہِ یثرب مکاں سلام علیک — دلبر و دل ستاں سلام علیک
محرمِ کن فکاں سلام علیک — حق کے اے رازداں سلام علیک
خسروِ خسرواں سلام علیک — خواجۂ خواجگاں سلام علیک
چشمۂ فیض و منبع اکرام — رحمتِ بیکراں سلام علیک
ہمدم و چارۂ دلِ ناساز — اے کہ تسکین جاں سلام علیک
عاصیوں کا ذریعۂ بخشش — مونس بیکساں سلام علیک
فخرِ تخلیق ہر زمان و مکاں — نازِ صاحب دلاں سلام علیک
تازگی بخشِ غنچہ ہائے مراد — گلشنِ بے خزاں سلام علیک
بے نوایانِ دہر کی آواز — بے لبوں کی زباں سلام علیک
عارض و رُخ نثار تم پہ درود — چشمِ گوہر فشاں سلام علیک
کارواں کارواں یہی چرچے — کہکشاں کہکشاں سلام علیک
تحفہ ہائے درود شام و سحر — درمیاں درمیاں سلام علیک

پیش کر یوں سلام شوق عمرؔ
کہہ اٹھیں دو جہاں سلام علیک